جواہرِ خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم

سیّد آلِ احمد رضوی

اِدارہ معارفِ نعمانیہ
شاد باغ لاہور پاکستان
منظر

جوہرِ خلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم

سیّد آلِ احمد رضوی

ادارہ معارفِ نعمانیہ

۳۲۳ ـ شادباغ ، لاہور (پاکستان)

سلسلہ اشاعت نمبر۶۵

نام کتاب	....	جوہرِ خلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم
تالیف	....	سیّد آلِ احمد رضوی
صفحات	....	۲۴
کمپوزنگ	....	نعت کمپوزنگ سنٹر لاہور
تعداد	....	۳۰۰۰
سال اشاعت	....	۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء
ناشر	....	ادارہ معارف نعمانیہ لاہور
ہدیہ	....	دعائے خیر

نوٹ :

بیرونی حضرات =/۱۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب کریں

عطیات بھیجنے کیلئے :

ادارہ معارف نعمانیہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر۱۴۱ - ۱۵۰۴ حبیب بینک شادباغ برانچ لاہور

ملنے کا پتہ :

ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۳ شادباغ لاہور۔ ۵۴۹۰۰ پاکستان

جوہر خلق عظیم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

تحریر: سید آل احمد رضوی

جس طرح سنگلاخ چٹانوں، لق و دق صحراؤں اور بے آب و گیاہ زمینوں کو آباد کرنا اور انہیں گل و گلزار بنانا نہایت مشکل ہے بالکل اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل کام تلخ زبانوں، تند لہجوں، سنگ دلوں اور جارح مزاجوں کی حیات معنوی میں انقلاب پیدا کر کے انہیں مہذب و متمدن بنانا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کارنامہ پھول کی پتی سے ہیرے کا جگر کاٹنے کے مترادف ہے۔ جسے انجام دینے کے لئے تائید الٰہی کے ساتھ عزم و حوصلہ، مستقل مزاجی اور اخلاق فاضلہ کے ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم آسمانی مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس بات کا پتا چلتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام جو وقتاً فوقتاً بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اس کارگاہ حیات میں آتے رہے، اس اسلحہ سے لیس تھے لیکن جارحیت اور سب و شتم کی جس تندی اور شدت کا سامنا سید البشر، امام الانبیاء، ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کرنا پڑا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اس سب کے باوجود جو کامیابی آپ کو نصیب ہوئی وہ بھی بے نظیر ہے۔ اس کی وجہ آپ کے معجزہ کردار، صفت گفتار، حکمت تبلیغ اور اخلاق حسنہ سے مزین ذاتی زندگی تھی۔

اخلاق حسنہ کیا تھے

یہ اخلاق حسنہ کیا تھے؟ اس کے لئے ہمیں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کی طرف رجوع کرنا ہوگا جس کے مطابق، جب ان سے پوچھا گیا

کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت مقدسہ کیا ہے تو انہوں نے فرمایا!

کان خلقه القران۔ یعنی جو قرآن ہے وہ ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیرت اور خلق ہے۔ آپ کا اخلاق قرآن ہے۔ یہ قرآنی اخلاق کیا ہیں؟ ان کی روح کیا ہے؟ ان کا جوہر کیا ہے؟ ان سب کا عطرو نچوڑ کیا ہے؟ اسے معلوم کرنے کے لئے ہمیں اپنی تحقیق کا دائرہ صرف قرآن حکیم تک محدود رکھنا ہو گا۔

قرآن کریم میں ایک طرف کم سے کم درجہ کے اخلاق کی حدود متعین ہیں تو دوسری طرف زیادہ سے زیادہ درجہ کی بھی۔ بلکہ فضائل کی تصویر کشی کرتے ہوئے مکارم اخلاق کی بلند ترین چوٹی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ قرآن پاک مقربین الٰہی کے مختلف درجات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے اور سابقین بالخیرات کی بات بھی کرتا ہے۔ وہ اصحاب الیمین کے بارے میں بھی بتاتا ہے اور مقربین کے بارے میں بھی گفتگو کرتا ہے اور اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ مقربین کی تعداد اصحاب الیمین کی نسبت بہت کم ہے۔ علیٰ ھذا القیاس اس کتاب الٰہی میں متقین، صدیقین، شہدا اور مختلف مدارج و مراتب کے مومنین کا تذکرہ بھی ہے۔ ان مناصب کا مدار، افعال و اعمال اور کردار و اخلاق پر ہے۔ گویا قرآن حکیم میں کمتر درجہ کے اخلاق کا ذکر بھی ہے، اوسط درجہ کے اخلاق کا بھی، اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا بھی اور ان کے درمیان متعدد درجات اخلاق کا بیان بھی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف یوں بیان فرماتی ہیں کہ آپ کا اخلاق قرآن ہے تو ان کی مراد اخلاق قرآنی کے کس درجہ سے تھی۔

اس بات کی وضاحت ہم ایک مثال کے ذریعہ کریں گے۔ قرآن حکیم کے مطابق، عدل بھی اخلاق کی ایک قسم ہے جس کی تعریف یہ ہے۔

و جزائو سیئتہ سیئتہ مثلھا

اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔

یہ انفرادی عدل کی مثال ہے جس کا اطلاق معاشرے کے ہر فرد پر ہوتا ہے لیکن انسان کی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں اس لئے سوسائٹی میں توازن و اعتدال برقرار رکھنے کے لئے اس کا رویہ ہر حیثیت کے ساتھ بدلتا رہے گا۔ اس کی حیثیت و مرتبہ میں اضافہ کے

ساتھ اس کی ذمہ داریاں بڑھتی رہیں گی اور اسے عدل کے قیام میں دشواریاں پیش ہوں گی۔

عدل کی نوعیت

عدل کی جس نوعیت کا ذکر ہم نے کیا ہے' اگرچہ عملی مظاہرہ اس کا بھی آسان نہیں تاہم نظریاتی طور پر اسے تسلیم کرنے میں زیادہ رکاوٹ نہیں رہی۔ خاص طور پر اسلامی معاشرے کا تو یہ طرہ امتیاز رہا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی حیثیت و مرتبہ عام انسانوں کی نسبت بہت بلند ہوتا ہے۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن جب معاملہ مظلوم' محروم اور کمزور انسانوں کے حقوق کی بحالی کا ہو تو وہ پوری سوسائٹی کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات مقدسہ اس جذبہ اور عمل کی بھرپور عکاس ہے۔ اس کا اندازہ مکی دور کے ان واقعات سے لگایا جا سکتا ہے جو آج بھی ساری انسانیت کو روشنی اور منزل دکھا رہے ہیں۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ اراش کا ایک شخص کچھ اونٹ لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ ابوجہل نے اس سے سارے اونٹ خرید لیے اور جب اس نے قیمت طلب کی تو ٹال مٹول کرنے لگا۔ اراشی کئی روز مکہ میں ٹھہرا رہا۔ اراشی نے تنگ آ کر ایک روز حرم کعبہ میں پہنچ کر پکار پکار کر کہا:

"یا معشر القریش! میں ایک اجنبی ہوں اور ابوجہل نے میرا حق مار لیا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا انصاف والا ہے کہ میری داد رسی کرے اور میرا حق دلائے"۔

اتفاق سے جس وقت وہ قریش کے سرداروں سے فریاد کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حرم کعبہ کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے۔ قریش کے سرداروں نے اراشی کی فریاد پر تو کوئی توجہ نہ دی البتہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے استہزا کرنے کے لئے اس سے کہا۔ "ہم کچھ نہیں کر سکتے' دیکھو وہ صاحب جو اس کونے میں بیٹھے ہیں' ان سے جا کر کہو وہ تم کو تمہارا حق دلوا دیں گے"۔

اراشی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب روانہ ہوا۔ سرداران قریش

نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور آپس میں کہا۔ آج لطف آئے گا۔ اراشی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی فریاد پیش کی اور درخواست کی کہ ابوجہل سے میری رقم دلوا دیجئے۔ میں یہاں بے یار و مددگار ہوں۔ آپ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور اراشی کے ساتھ ابوجہل کے مکان پر پہنچے۔ دروازہ پر دستک دی۔ ابوجہل نے اندر سے پوچھا کون؟ آپ نے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ابوجہل حیران ہو کر باہر آیا اور آپ کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا۔ "تم اراشی کو اس کا حق ادا کر دو"۔ ابوجہل نے کہا اچھا۔ یہ کہہ کر اندر گیا اور رقم لا کر خاموشی کے ساتھ اراشی کے ہاتھ پر رکھ دی۔

قریش کے مخبر نے جسے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے یہ ہدایت دے کر بھیجا تھا کہ جو کچھ گزرے اس کی خبر ان کو لا کر دے، جب تمام روداد سرداران قریش کو آ کر سنائی تو سرداروں کو حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ انہوں نے ابوجہل کو برا بھلا کہا کہ بڑا بزدل نکلا۔ ابوجہل نے کہا! میں تمہیں کیا بتاؤں کہ مجھ پر کیا گزری۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سنی تو ان کی ہیبت اور رعب سے میری جان نکل گئی اور بے اختیار لرزنے لگا۔ میں نے وہ سب کچھ کیا جس کی تمہیں اطلاع ملی ہے۔

سیرت نگاروں کے مطابق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) کے ہمراہ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ بنی زبید کا ایک شخص آیا اور فریاد کی:

"اے قریش کے لوگو! تمہارے ہاں کون تجارتی مال لانے کی ہمت کرے گا جب کہ باہر سے آنے والوں کو تم لوٹ لیتے ہو"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا! تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا! ابوالحکم (یعنی ابوجہل) نے، اس نے میرے تین بہترین اونٹ خریدنے کی خواہش ظاہر کی لیکن ان کی قیمت بہت کم لگائی۔ اب اس کے مقابلے میں کوئی شخص اس کی لگائی ہوئی قیمت سے زیادہ پر اونٹ خریدنے کے لئے تیار نہیں ہے اور اگر اس کی

لگائی ہوئی قیمت پر فروخت کر دوں تو بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے تینوں اونٹ خود خرید لئے۔
ابوجہل اس وقت حرم میں بیٹھا ہوا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اس بدترین دشمن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:
خبردار! اگر تم نے پھر کسی کے ساتھ ایسی حرکت کی جو اس غریب بدو کے ساتھ کی ہے تو میں سختی سے پیش آؤں گا"۔
حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ بات سن کر ابوجہل نے کہا "آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا"۔
قاضی ابوالحسن الماوردی نے اپنی کتاب میں ابوجہل اور ایک یتیم بچے کا واقعہ لکھا ہے کہ ابوجہل ایک یتیم بچے کا ولی تھا۔ ایک روز وہ بچہ بڑی ناگفتہ بہ حالت میں اس کے پاس آیا اور اس نے التجا کی کہ میرے باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے وہ اسے کچھ دے دے۔ مگر ابوجہل نے اس کی جانب توجہ نہ دی' وہ بچہ مایوس ہو کر جانے لگا تو سرداران قریش کو شرارت سوجھی۔ انہوں نے بچے سے کہا کہ جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے شکایت کرو۔ وہ ابوجہل سے تجھے تیرا مال دلوا دیں گے۔
بچہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بدترین دشمن ہے اور یہ بدبخت لوگ اسے کس غرض کے لئے یہ مشورہ دے رہے ہیں۔
معصوم بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا اور ابوجہل کی شکایت کی۔ آپ نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور اپنے بدترین دشمن کے گھر پر پہنچے۔
ابوجہل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ اس بچے کو دیکھا تو گھبرا گیا۔ آپ نے ابوجہل سے فرمایا:
اس بچے کا حق اسے دے دو۔
ابوجہل نے فوراً" حکم کی تعمیل کی اور بچے کو مال لا کر دے دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف

مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیثیت قطعا" مختلف تھی۔

وہاں ایک لحاظ سے آپ کو بالا دستی حاصل تھی۔ اس کے باوجود اپنے اور بیگانے سب انصاف کے لئے آپ ہی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ آپ کی منصف مزاجی کا منہ بولا ثبوت یہ ہے کہ اپنی ذاتی خصومتوں کے باوجود یہود مدینہ اکثر معاملات میں آپ ہی سے تصفیہ چاہتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر معاملہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان ہوتا تب بھی مخالف اور موافق دونوں فریق آپ کے پاس آتے تھے اور آپ جو بھی فیصلہ صادر فرماتے دونوں اس سے مطمئن ہو کر جاتے لیکن عدل کی سب سے الگ اور مشکل صورت یہ ہے کہ ایک کامیاب اور کامران انسان پوری قوت اور اقتدار کی موجودگی میں اپنے خالق حقیقی سے ملنے سے پہلے خود کو عدل کے لئے پورے معاشرے کے سامنے پیش کر دے اور اعلان کر دے کہ اگر کسی کا کوئی حق باقی ہے تو وہ ان سے وصول کرے۔ تاکہ عدل کے جملہ تقاضے پورے ہو سکیں۔ تاریخ انسانی کا یہ صرف ایک ہی واقعہ ہے جس کی مثال ہادی عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی۔

اس لحاظ سے بھی خلق عظیم کے استحقاق کے لئے صرف اور صرف حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نامی ہی سامنے آتا ہے۔ مگر نہیں۔۔۔ جواہر اخلاق میں شمار ہونے کے باوجود قرآن حکیم عدل سے آگے اخلاق کریمانہ کا ایک اور درجہ بیان کرتا ہے اور وہ درجہ ۔۔۔ **کظم الغیظ** ہے یعنی غصہ کو پی جانا۔ یہ شخص جو برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی قدرت کے باوجود غصہ پی جاتا ہے، اخلاق کریمانہ کی میزان میں اس شخص سے بلند درجہ کا حامل ہے جو برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی سے دے کر۔۔۔ عدل کی روح کو قائم رکھتا ہے۔

اس صفت کا اندازہ کرنے کے لئے انسان کی خانگی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ بقول محاورہ کوئی شخص، اپنے خدمت گار کی نظروں میں ہیرو نہیں ہو سکتا، کہ گھر سے باہر اغیار کے روبرو خواہ کوئی شخص اپنے آپ کو کتنا ہی لئے دیئے رہے، گھر کی خلوت اور تنہائی میں یہ وضع قائم رکھنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ ملازموں اور گھر والوں کے سامنے چھوٹی چھوٹی باتوں میں آدمی کی بدمزاجی، درشت خوئی، زود رنجی اور اس قسم کے دیگر عیب کھل جاتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے جب ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذاتی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک بھی ایسے واقعہ کی اطلاع نہیں ملتی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم نے کسی بھی اہل خانہ کو کسی بھی خطا اور قصور کی پاداش میں غصہ سے دیکھنا تو کیا بلکہ اپنی جبیں پر شکن تک بھی ڈالی ہو۔ اس کی شہادت خود ازواج مطہرات نے دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجی زندگی پر ایک نظر

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) پچیس برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم میں رہیں۔ ان کی ذات مبارکہ دین اسلام کے لئے ابر رحمت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان نبوت فرمایا' اس وقت حضرت سیدہ خدیجہ سے آپ کے نکاح کو پندرہ برس ہو چکے تھے۔ یہ اتنی بڑی مدت ہے کہ اس میں ایک انسان دوسرے کے عادات و اطوار سے اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منصب نبوت پر فائز ہونے کی اطلاع دی تو انہوں نے سب سے پہلے تصدیق نبوت و رسالت اور توثیق پیغام حق کی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت ہی عمدہ اور تسلی و تشفی بخش الفاظ سے ڈھارس بندھائی۔ آپ کے اخلاق عالیہ بیان کرتے ہوئے کہا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑے گا۔ آپ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں' سچ بولتے ہیں' امانتیں ادا کرتے ہیں' مقروضوں کا قرض اتارتے ہیں' غریبوں کی مدد کرتے ہیں' مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں' حق کی طرف داری کرتے ہیں' مصیبتوں میں دوسروں کے کام آتے ہیں"۔

حضرت سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی سیرت و شخصیت اور گراں قدر دینی خدمات بے مثال ہیں۔ انہوں نے تمام عمر تبلیغ دین اور لوگوں کی حاجت روائی میں گزاری' بڑی ذہین' فقیہہ' عالم و فاضل خاتون تھیں۔ ان سے سینکڑوں احادیث مروی ہیں' مدنی زندگی میں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفیقہ حیات بنیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ محبت کرتی تھیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی آپ بہت چہیتی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال بھی انہی کے حجرے میں ہوا اور انہی کے حجرے کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں آرام فرما ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی قربت تھی۔

انہوں نے آپ کی سیرت و شخصیت کا بڑے قریب سے مشاہدہ کیا۔ ان کا فرمان ہے:

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، برائی کے بدلے میں برائی سے کام نہ لیا۔ ہمیشہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے۔ کبھی کسی خادم کو نہیں مارا، کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کبھی آپ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کو سزا نہ دی اور کبھی بدلہ نہ لیا۔ ہاں اللہ کے حکموں کی حرمت زائل کرنے والوں کو آپ اللہ کے لئے سزا دیتے تھے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب دو باتوں میں سے ایک کا انتخاب آپ کو کرنا ہوتا تو آپ ان میں سے وہ لیتے جو آسان اور سہل ہوتی بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔ اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے بڑھ کر اس سے دوری اختیار کرتے۔ آپ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی، آپ نے کسی کی کوئی درخواست رد نہیں کی الا یہ کہ ناجائز تھی۔ گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے۔ باتیں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کرتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے"۔ (مسند احمد)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا حلقہ اصحاب ایک نہایت روشن کہکشاں کی طرح تھا جس کا ایک ایک ستارہ آب و تاب اور درخشندگی و تابندگی کے اعتبار سے بے مثل اور بے مثیل تھا بلکہ یوں کہئے کہ ہر روشن ستارہ روکش آفتاب و مہتاب تھا۔ تاہم قربت اور مدت رفاقت میں سیدنا علی المرتضیٰ سب سے آگے تھے۔ ان کی پرورش حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نگرانی اور نگہبانی میں ہوئی اور جب وہ بچپن کے اولین دور سے ذرا آگے نکلے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دامن رحمت میں آ گئے۔ قدرت کی طرف سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے منصب نبوت کا اعلان ہوا تو جناب علی شیر خدا کی عمر بارہ سال کی تھی لیکن انہیں آپ کی نبوت پر ایمان لانے میں ایک لمحہ کے لئے بھی تردد نہ ہوا۔ وہ فوراً ایمان لائے، انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ سب سے پہلے نماز ادا کی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عم زاد ہونے، آپ کے ساتھ زندگی بھر کی رفاقت ہونے اور آپ کی دامادی کا شرف حاصل کرنے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی

ذات والا صفات سے جتنی آگاہی حضرت علی مرتضٰی کو ہو سکتی تھی کسی دوسرے کو یقیناً" نہ ہو سکتی تھی۔ اس پر ان کی عظمت میں مزید اضافہ اس امر سے ہوا کہ پروردگار عالم نے جہاں شجاعت و شہامت میں یکتائے روزگار بنایا تھا وہاں علم و حکمت میں بھی ان کا مقام بلند تھا جس کا اظہار حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان الفاظ میں فرمایا:

انا مدینتہ العلم و علی بابھا

اس اعتبار سے حضرت علی المرتضٰی کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ سے پوری واقفیت تھی اور انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔

حضرت امام حسن نے اپنے والد گرامی سیدنا علی المرتضٰی سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق و عادات کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے' کوئی برا کلمہ ان کی زبان سے کبھی نہ نکلا' عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ کوئی بات پسند نہ ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے۔ اپنے نفس سے آپ نے تین چیزیں بالکل دور کردی تھیں۔

(۱) بحث و مباحثہ

(۲) ضرورت سے زیادہ بات کرنا

(۳) جو بات مطلب کی ہو' اس میں نہ پڑنا

آپ دوسروں کے متعلق بھی تین ہی باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔

(۱) کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔

(۲) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔

(۳) کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے درمیان

آپ صرف وہی بات کرتے جس پر اللہ تعالٰی سے اجر و ثواب کی توقع ہوتی۔ آپ کلام کرتے تو صحابہ اس طرح سر جھکا کر اور خاموش ہو کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ خاموش ہو جاتے تو پھر صحابہ آپس

میں بات چیت کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ صرف مسکرا دیتے۔ کوئی دوسرا بات کرتا اور جب تک ختم نہ کرلیتا' آپ خاموشی سے سنتے رہتے۔ کوئی اجنبی شخص بے بیباکی سے گفتگو کرتا تو آپ تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ تاہم اگر کوئی آپ کے احسان و انعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرما لیتے۔ جب تک بولنے والا چپ نہیں ہو جاتا' آپ اس کی بات نہیں کاٹتے تھے۔ نہایت فیاض' نہایت راست گو' نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی آپ کو دفعتاً" دیکھ لیتا تو مرعوب ہو جاتا تھا۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا' محبت کرنے لگتا اور کہا کرتا کہ میں نے آپ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔

ھادی عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اخلاق و عمل کا وہ نکتہ جو دوسروں کو سکھاتے تھے' خود اس کا عملی پیکر تھے۔ حضرت انس گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آغوش کے پروردہ تھے۔ ابھی دس برس کے تھے کہ ان کی والدہ ماجدہ ام سلیم رضی اللہ عنھا ان کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں لائیں اور آپ کے سپرد کر دیا۔ چھوٹی سی عمر میں آپ کے بخت جاگے اور آپ شب و روز ہر طرح کے حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ اس عرصہ میں حضرت انس سے بچپنے میں کوتاہیاں بھی ہوئیں' غلطیاں بھی ہوئیں لیکن دس برس کے طویل عرصہ میں انہیں سخت سست کہنا تو درکنار' حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی زبان سے اف تک نہیں کہا۔ حضرت انس نے خود اس کی گواہی دی۔ ان کا بیان ہے:

"میں نے مسلسل دس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں گزارے۔ اس طویل مدت میں کبھی ایک بار بھی میں نے یہ نہیں دیکھا کہ آپ نے مجلس کے ساتھیوں اور ہم نشینوں کی طرف پاؤں پھیلائے ہوں' نہ کبھی یہ دیکھا کہ کسی نے آپ سے مصافحہ کیا ہو اور آپ نے پہلے اپنے ہاتھ کھینچ لئے ہوں۔ آپ برابر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیئے رہتے' یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا۔ میں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ کوئی شخص آپ سے ملنے کے لئے آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور آپ اس کے پاس سے خود کبھی ہٹ گئے

ہوں۔ آپ برابر کھڑے رہتے' جب تک کہ وہ شخص خود ہی نہ ہٹ جاتا۔ اور میں نے جو کام بھی کیا' ٹھیک ہوا یا خراب' کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا۔ میں نے بار بار عطر سونگھا ہے اور اچھے سے اچھا عطر سونگھا ہے مگر آج تک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے بہتر خوشبو نہیں سونگھی اور آج تک میں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی نے سرگوشی کے لئے آپ کی طرف سر جھکایا ہو اور اس شخص کے سر ہٹانے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنا سر اٹھایا ہو"۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کا یہ قول تو بہت ہی جامع ہے:

کان احسن الناس و کان اجود الناس و کان اشجع الناس

آپ سب سے زیادہ صاحب حسن سیرت' سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

ملازموں سے حسن سلوک

حضور شاہ کون و مکاں' زینت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق پر ایک منفرد شہادت حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کی ہے۔ "عکاظ" کے میلے میں انہیں حکیم بن حزام جو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے' نے خرید کر اپنی پھوپھی کی نذر کر دیا۔ جب سیدہ خدیجہ کا نکاح حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ہو گیا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس بچے کو سیدہ خدیجہ سے مانگ لیا اور یوں وہ آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے' ان کی قسمت کا ستارہ چمکنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اور پھر ایک روز یہ ہوا کہ جناب زید کے والد حارثہ اور چچا کعب' زید کو تلاش کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی' ہمارے بچے کو ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ آپ نے جناب زید کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو آپ کے پاس رہیں یا اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں' جناب زید نے ایک نظر باپ اور چچا پر ڈالی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف دیکھتے

ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"میں آپ کو چھوڑ کر اب کہیں نہیں جا سکتا"

حضرت زید بن حارثہ نے اپنے ماں باپ پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ترجیح دی۔ اپنے باپ اور چچا کے سامنے آپ کے اوصاف بیان فرمائے اور کہا کہ مجھے آپ کی غلامی قبول ہے' دنیا جہان کی بادشاہی میرے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

جناب حارثہ اور کعب نے کہا زید! اگر ایسی بات ہے تو ہم خوشی سے تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ تم یہیں رہو' تمہاری خوشی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔

حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم حضرت زید سے اس قدر خوش ہوئے کہ حرم کعبہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ آج سے زید آزاد ہے۔ میں نے زید کو منہ بولا بیٹا بنا لیا ہے ۔۔۔ اس دن سے جناب زید کو لوگوں نے زید بن محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ۔۔ جناب زید کو یہ سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتب قرآن پاک میں ان کا ذکر فرمایا ۔۔۔ جناب زید نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اعلان نبوت کے فوراً" بعد آپ کی تصدیق کی ۔۔۔ یہی سبب تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ جناب زید سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس ایک بات سے ہوتا ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق نے اپنے دور میں جب حضرت زید کے فرزند حضرت اسامہ کا وظیفہ تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کا ڈھائی ہزار مقرر کیا تو حضرت عبداللہ نے شکایت کی۔ اس پر سیدنا عمر فاروق نے فرمایا:

"عبداللہ! اسامہ کے والد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر میں تمہارے والد سے زیادہ محبوب تھے اور اسامہ خود تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نظر کے محبوب تھے"۔

حضرت ھند بن ابی ہالہ کئی برس تک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اقدس میں رہے وہ فرماتے ہیں:

"آپ نرم خو تھے' سخت مزاج نہ تھے' کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے' چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر فرماتے تھے' کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے البتہ اگر کوئی کسی امر حق کی مخالفت کرتا تو آپ کو غصہ آجاتا اور حق کی پوری حمایت کرتے۔

اپنے ذاتی معاملے پر کبھی آپ کو غصہ نہیں آتا تھا اور نہ کسی سے انتقام لیا کرتے تھے"۔

اس بات کی شہادت خود پروردگار عالم قرآن پاک میں یوں دے رہا ہے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہارا نقصان میں پڑنا ان پر شاق ہے' وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں۔ ایمان والوں پر نہایت شفیق و مہربان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں رب العزت نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان ترحمانہ جذبات کا ذکر کیا ہے جو آپ کو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ تھے۔ امت مسلمہ پر آپ کی شفقت و مہربانی اور نرم دلی کی گواہی قرآن پاک ایک اور مقام پر یوں دیتا ہے۔

فبما رحمتہ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب وا لا نفضوا من حولک

(اے محمد) اللہ کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نرم دلی' بلند اخلاق کا متواتر بیان ہے جو دعویٰ اور دلیل کے ساتھ خود قرآن پاک میں موجود ہے کہ اگر آپ نرم دل اور رحیم نہ ہوتے' اخلاق عالیہ کے بلند ترین درجہ پر فائز نہ ہوتے تو یہ وحشی اور تند خو عرب کبھی آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحم دلی

مندرجہ بالا شہادتوں سے یہ بتانا مقصود تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے اور غصہ کو پی جاتے تھے لیکن اس کے باوجود قرآن پاک اخلاق عالیہ کا ایک اور درجہ بھی بیان کرتا ہے اور یہ درجہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے اور غصہ کو پی جانے سے تجاوز کر کے عفو تک پہنچ جاتا ہے۔ "عفو" کا درجہ ان

دونوں درجات سے بلند تر ہے۔

اس میزان پر بھی محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے۔

انسانی تاریخ کے کسی دور کا بھی مطالعہ کیجئے، جب کبھی کوئی فاتح، کشور کشا اور سپہ سالار کسی بستی میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ داخل ہوا، وہ لمحہ وہاں کے شہریوں کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا۔ انسانی خون کی اس قدر ارزانی ہوئی کہ خشک گلیوں میں خون کی ندیاں بہنے لگیں، مکانات کھنڈرات بن گئے۔ بستیاں ویرانوں میں تبدیل ہو گئیں، عورتوں کی عصمت دری کی گئی، بچوں کو نوک سناں پر اچھالا گیا۔ لوگوں کا تمام اثاثہ لوٹ لیا گیا، باغ اجاڑ دیئے گئے اور فصلیں تباہ و برباد کردی گئیں۔

۷۰ء میں سیٹوس رومی نے جب بیت المقدس فتح کیا تو حسین لڑکیاں فاتح کے لئے چن لی گئیں، سترہ برس سے زیادہ عمر کے افراد ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کر کے انہیں مصر کی کانوں میں کام کرنے کے لئے بھجوایا گیا۔ کئی ہزار افراد کو سلطنت روم کے مختلف شہروں میں بھیجا گیا تھا کہ ان کے تھیٹروں میں ان کو جنگلی جانوروں سے پھڑوانے اور شمشیر زنوں سے کٹوانے یا خود ایک دوسرے کو کاٹنے کے کام میں لایا جا سکے۔ دوران جنگ ستانوے ہزار افراد گرفتار ہوئے جن میں سے گیارہ ہزار صرف بھوک کی وجہ سے مر گئے۔ اس کے علاوہ جنگ اور قتل عام میں جو لوگ ہلاک ہوئے ان کی مجموعہ تعداد ۱۳۳۷۴۹ بتائی جاتی ہے"۔

(Ferrar Early of Christianity P 488 - 489)

اسی طرح خسرو پرویز نے جب قیصر ماریس کا بدلہ لینے کے بہانے سلطنت روم کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اپنے حدود ملکیت میں مسیحیوں کے کلیسا مسمار کرا دیئے، نذر کے اموال لوٹ لئے اور صلیب پرستوں کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔

(Gibbon Roman Empire vol-1 CH - CLVI)

۶۱۵ء میں جب خسرو پرویز نے بیت المقدس کو فتح کیا تو وہاں بطریق اعظم زکریا کو گرفتار کر لیا۔ سینٹ ہلینا اور قسطنطین کے عظیم الشان کنیسوں کو آگ لگا دی، تین سو سال کی جمع شدہ مذہبی یادگاروں اور نذر نیاز کی قیمتی چیزوں کو لوٹ لیا اور نوے ہزار

عیسائیوں کو قتل و اسیر کیا۔ (E.A.Ford Byzantine Empire)

اس کے جواب میں جب شاہ ہرقل نے شمال کی جانب سے ایران پر حملہ کیا تو مجوسیوں کے آتش کدوں کو تباہ کرا دیا۔ زرتشت کے وطن ارمیاہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور مذہب زرتشت کی توہین و تذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

(Gibbon Roman Empire VOL.1 CH - XLVI)

خون کے پیاسوں کو معافی

اس کے برعکس جب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ مکرمہ میں کامیاب و کامران داخل ہوئے تو آپ نے سب کو امان دے دی۔ حالانکہ وہاں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے کے درپے تھے' وہ بھی تھے جن کی زبانیں آپ پر گالیوں کے طوفان برپا کرتی تھیں' وہ بھی تھے جو وعظ کے دوران میں آپ کی ایڑیاں لہولہان کر دیا کرتے تھے' وہ بھی تھے جنھوں نے آپ کی راہوں میں کانٹے بچھائے تھے' آپ کے سر اقدس پر آلائش اور خاک بھی ڈالی تھی' وہ سب بھی تھے جنھوں نے آپ کو' اہل خاندان کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور کیا تھا۔ وہ بھی تھے جو نہتے اور کمزور مسلمانوں کو تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینوں پر پتھر کی سلیں رکھتے تھے' وہ بھی تھے جنھوں نے آپ' آپ کے اہل بیت اور آپ کے صحابہ کی زندگی اس قدر اجیرن کی کہ انہیں ترک وطن کرنا پڑا' ان میں اسلام کے دشمن نمبر ایک' ابو جہل کا گھرانہ بھی تھا' صفوان بن امیہ بھی تھا' عتبہ کا خاندان بھی تھا' آپ کے پیارے چچا سیدنا حمزہ کا قاتل وحشی بھی تھا اور آپ کے چچا کی لاش سے گستاخیاں کرنے والی ہند بھی تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سب کو سزا دینے کی بجائے فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم یغفراللہ لکم اذھبوا فانتم الطلقاء

"آج تم پر کوئی الزام نہیں' اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو"

اس عفو کریمانہ کے باوجود' قرآن حکیم اس سے بھی آگے اخلاق عالیہ کے بلند ترین درجہ کا ذکر کرتا ہے جو احسان کا درجہ ہے جس کے حامل مقربین الہی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس. واللہ یحب المحسنین

جو لوگ غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ سب اخلاق کریمانہ کے درجات ہیں اور یہ سبھی کریم ہیں لیکن ان کے درمیان فرق ضرور ہے جیسے کریم اور اکرم کے درمیان' شریف اور اشرف کے درمیان' کبیر اور اکبر کے درمیان اور عظیم اور اعظم کے مابین فرق ہے۔

خلق عظیم کے مالک

اس بیان سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلند ترین اخلاق کے حامل تھے۔ تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقام و مرتبہ کا تعین بھی قرآن کریم نے کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ ہمارے سامنے خلق قرآنی کے اس درجہ کو جسے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاصل کر لیا تھا' نہایت آسان پیرائے اور اسلوب میں بیان کرتا ہے۔

و انک لعلی خلق عظیم

اور بے شک آپ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں

اس مختصر سی آیت کی تفسیر میں مفسرین نے نہایت کھل کر بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کی' آپ کے اخلاق کریمانہ کو قبولیت کی سند عطا فرمائی۔ آپ کے خلق کو آپ کے ماسوا پر فضیلت دی۔ کیونکہ یہ اخلاق کریمہ آپ کو جبلی طور پر عطا ہوئے تھے۔ غرضیکہ یہ آیت مبارکہ ان تمام عظمتوں پر مشتمل ہے جو بیان کی جاتی رہی ہیں اور بیان کی جاتی رہیں گی۔ اس کے باوجود یہ آیت تفسیر و تشریح کے آخری درجہ کی محتاج رہے گی۔

اس مقام پر ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ "خلق عظیم" میں کوئی اور مکرم و محترم نبی' برگزیدہ رسول یا کوئی نہایت مقرب فرشتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہے۔ کیا ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام' سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی اس مرتبہ پر فائز نہیں ہیں؟ کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے

ملائکہ جن میں حاملین عرش بھی شامل ہیں' اس بلند مقام تک نہیں پہنچے؟

وہ کون سا مقام ہے' جہاں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم' اپنے تمام کمالات' اوصاف حمیدہ' خصائص پسندیدہ اور اخلاق عالیہ کے ساتھ فائز ہیں؟

اس مسئلہ کو بھی ہمارے لئے قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور کوئی چیز پردہ راز میں نہیں رکھی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین○ لا شریک لہ و بذلک امرت و انا اول المسلمین○

(الانعام : ۱۶۲۔ ۱۶۳)

آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میری حیات اور موت رب العالمین کے لئے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کے لئے مجھے مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں

اول المسلمین

اس آیت مبارکہ میں کلیدی الفاظ "اول المسلمین" ہیں۔ یوں تو "مسلم" "مسلمین" اور ان سے ملتے جلتے الفاظ قرآن کریم میں متعدد بار آئے ہیں لیکن "اول المسلمین" کے الفاظ صرف دو جگہ پر ملتے ہیں۔ ایک سورہ انعام میں جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اور دوسرا سورہ الزمر میں۔ جس میں ارشاد ہے:

قل انی امرت انا عبداللہ مخلصالہ الدین○ و امرت لان اکون اول المسلمین○

(الزمر: ۱۱۔ ۱۲)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تو حکم ہے کہ میں اخلاص سے اللہ کی عبادت کروں اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں اعلان کروں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں

قرآن پاک میں ان دو مقامات میں "اول المسلمین" کے الفاظ ہیں۔ باقی جگہ "من المسلمین" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً "سورہ یونس میں ہے:

و امرت ان اکون من المسلمین○ (یونس: ۷۲)

اور مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں

یہاں پر حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اس سورہ میں ایک دوسری آیت میں اسی قسم کے الفاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں "مسلمین" کی بجائے لفظ "مومنین" استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہوا

و امرت ان اکون من المومنین ○ (یونس: ۱۰۴)

اور مجھے حکم ہے کہ ایمان والوں میں ہوں

سورہ بقرہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے بھی ایسے ہی ملتے جلتے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ گویا تمام انبیا علیہم السلام مسلمان تھے اور ان سب کا مشن تبلیغ اسلام تھا۔ یہ سب ایک ایک کر کے تشریف لاتے رہے لیکن ابھی تک "اول المسلمین" کا ظہور باقی تھا۔ یہ کائنات، اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات خواہ ان کا تعلق ملا ئکہ سے ہو، خواہ بنی نوع انسان سے، خواہ وہ اولین میں سے ہوں، خواہ متاخرین میں سے، خواہ اس اولیت کی نسبت، ابدیت تک کی جائے۔ بلاشک و شبہ "اول المسلمین" کا ظہور وجود کائنات میں ابھی تک نہیں ہوا تھا ---- یہ کائنات مادی اور معنوی ہر لحاظ سے ناقص تھی، ناتمام تھی۔ اس لئے کہ اس کرہ ارض کو اس ہستی کی وجہ سے معطرو معنبر ہونا تھا جو اجساد عالم میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور ارواح میں سب سے زیادہ نفیس و لطیف ہے۔

چنانچہ یہ امر لازم تھا کہ ایک ایسا وجود کائنات میں آئے جو اللہ تعالیٰ کے دین کو مکمل کرے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنی نعمتوں کا اتمام کرے اور اس کی رسالت اور پیغام سے اللہ تعالیٰ اس طرح راضی ہو کہ اس کو ساری انسانیت کے لئے ابدی دین بنا دے۔

یہ خلا ہادی عالم، پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پر ہوا۔ آپ ہی پر دین مکمل ہوا، آپ ہی پر اتمام نعمت ہوا۔

آپ دنیا میں جب جلوہ فرما ہوئے زندگی مستند معتبر ہو گئی
تب گریبان شب چاک ہونے لگا آسماں مسکرایا، سحر ہو گئی

حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہی وہ اول المسلمین ہیں جنہیں پروردگار عالم نے اخلاق مروجہ کی تشہیر کے لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ اخلاق عالیہ اور اخلاق حسنہ کی

تکمیل کے لئے فائز کیا تھا جو آپ کی بعثت سے قبل یا تو مفقود تھے یا نامکمل تھے۔ بدیں وجہ قرآن کریم نے "اول المسلمین" کی صفت سے حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو متصف نہیں کیا۔

اگر ایسا اول المسلمین، مکارم اخلاق کو حد اتمام تک پہنچانے والا، جس کی نماز اور قربانی اور موت و حیات پروردگار عالم کے لئے ہوتی، وجود میں نہ آتا تو یہ کائنات تا ابد اس کی منتظر رہتی تاکہ وہ اس کے وجود سے کمال حاصل کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اول المسلمین ہونا ہی "خلق عظیم" کے مرتبہ کو پہنچنا ہے۔

طیبؒ جمال پرنٹرز۔ 9/4 ریٹی گن روڈ۔ لاہور

فون نمبر: 220357

فہرست مطبوعات ادارہ معارفِ نعمانیہ شادباغ لاہور پاکستان

نمبر شمار	عنوان	مصنف / مؤلف	تعداد
	ارشاداتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	اقبال احمد خاں	۲۲۰۰
۱	بیان المیلاد النبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام	محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۲	تمہیدِ ایمان	امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۰۰
۳	فلسفۂ نماز	علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۴	خوفِ الٰہی اور توبہ	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۵۰۰۰
۵	عجائباتِ معراج	روایت حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	۱۱۰۰
۶	نماز پڑھنے کے فائدے اور نہ پڑھنے کے نقصانات	قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۷	حقوق الوالدین	مفتی عزیز احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰۰
۸	دعوتِ عمل	مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰۰
۹	قربانی کے فضائل و مسائل	مولانا سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	۶۰۰۰
۱۰	نفسانی خواہشات اور شیطان پر غلبہ	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۴۰۰۰
۱۱	ظفر الاسلام	شاہ جمیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ	۵۰۰۰
۱۲	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۱۳	عبادت و استعانت	تقریر " " "	۲۲۰۰
۱۴	مقامِ نبوت	تقریر " " "	۲۲۰۰
۱۵	فلاح الدارین	مولانا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۱۶	اسبابِ شہادت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	خلیل احمد رانا	۱۰۰۰
۱۷	الوظیفۃ الکریمۃ	امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۱۸	احکام رمضان المبارک	شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۱۹	راحتِ قبر	خلیل احمد رانا	۱۱۰۰
۲۰	احکامِ قربانی	مفتی عزیز احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰۰
۲۱	سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۱۱۰۰

نمبر شمار	عنوان	مصنف/مؤلف	تعداد
۲۲	سوانح امام اعظم رضی اللہ عنہ	میاں محبوب الٰہی رضوی انجینئر	۱۱۰۰
۲۳	منقبت و اقوال زرّیں داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	مولانا سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	۶۰۰۰
۲۴	حسن المقصد فی عمل المولد	امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ	۱۵۰۰
۲۵	امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت	مولانا کوثر نیازی	۲۲۰۰
۲۶	دُعائے خلیل	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	۱۱۰۰
۲۷	تبییض الصحیفہ	امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ	۱۱۰۰
۲۸	احوال و آثار مفتی عزیز احمد بدایونی	غلام اویس قرنی	۱۱۰۰
۲۹	اسلام اور شادی	وارث جمال بستوی	۱۱۰۰
۳۰	خاکِ حجاز کے نگہبان	صلاح الدین محمود	۲۲۰۰
۳۱	کل کے معمار	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۲۲۰۰
۳۲	چالیس ارشادات امام ربانی	علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰۰
۳۳	سر الشہادتین	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰۰
۳۴	الاھداء	علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰۰
۳۵	تعظیمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۴۰۰۰
۳۶	حقیقتِ نماز	علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی	۱۱۰۰
۳۷	مناصحۃ اہل التوبہ	قاضی شمس الرحمٰن نقشبندی	۱۱۰۰
۳۸	تبلیغی جماعت کی حقیقت	شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی دہلوی	۲۰,۰۰۰
۳۹	" " " " پشتو ترجمہ	" " " "	۱۱۰۰
۴۰	معارف القرآن	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۳۲۰۰
۴۱	حج و زیارات	" " " "	۱۱۰۰
۴۲	توحید اور شرک	علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰۰
۴۳	اختلاف بین المسلمین اور اس کا پس منظر	مولانا وارث جمال قادری	۲۲۰۰
۴۴	بدمذہبوں سے رشتے	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۲۲۰۰
۴۵	تذکرہ علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری	خلیل احمد رانا	۲۲۰۰
۴۶	علمِ غیبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ سید محمود احمد رضوی	۲۱۰۰

نمبر شمار	عنوان	مصنف / مؤلف	تعداد
۴۷	وسیلہ	علامہ سید مدنی میاں اشرفی جیلانی	۳۲۰۰
۴۸	عیدوں کی عید	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۵۰۰۰
۴۹	گلدستۂ مثنوی	مفتی جلال الدین احمد امجدی	۲۲۰۰
۵۰	حضرت غوث صمدانی کی مقدس زندگی پر ایک تحقیقی جائزہ	مولانا ابوالحسن زید فاروقی بریلوی	۲۲۰۰
۵۱	عرفان حق	سید حکیم امین الدین احمد	۱۱۰۰
۵۲	رہنمائے حج	صوفی غلام سرور نقشبندی	۲۲۰۰
۵۳	المجموعۃ السنیۃ (فارسی، عربی)	حضرت مجدد الف ثانی و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۲۲۰۰
۵۴	مرحوم والدین کے حقوق	ایڈیٹر ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی	۳۰۰۰
۵۵	معدن التواریخ	ابوالطاہر فدا حسین فدا	۱۱۰۰
۵۶	اسلام اور تربیتِ اولاد	مولانا بدر القادری (ہالینڈ)	۳۰۰۰
۵۷	مسائل اعتکاف	مولانا شاہ رکن الدین علیہ الرحمۃ	۱۱۰۰
۵۸	حیات ملک العلماء	ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ)	۱۱۰۰
۵۹	مدنی خطبات	علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی	۱۱۰۰
۶۰	حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ	مولانا غلام دستگیر نامی علیہ الرحمۃ	۱۱۰۰
۶۱	اِنصاف کیجئے	خلیل احمد رانا	
۶۲	دعوتِ انصاف	علامہ ارشد القادری	
۶۳	بی بیاںِ پاک دامن	پیر غلام دستگیر نامی	

نوٹ

ادارہ کی مطبوعات کی بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے اکثر موضوعات کی کتب تقسیم ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ بیرون جات کے شائقینِ علم کسی بھی موضوع پر کتب حاصل کرنے سے پہلے خط کے ذریعہ سے معلومات حاصل کریں۔ رکنیت اختیار نہ کرنے کی صورت میں بھی ادارہ کی مطبوعہ کتب ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے مفت طلب کی جا سکتی ہیں۔

آئینہ خانۂ محبوب

از: علامہ بدر القادری۔ ہالینڈ

نعتِ محبوبِ خدا سنتے سناتے رہیے
جذبۂ عشق کو پروان چڑھاتے رہیے

بات ہے ان کی عنایت کی وہ کب آجائیں
محفلِ قلب و نظر اپنی سجاتے رہیے

خارزاروں سے گزرنا ہے نبی کی سنّت
دین کے نام پہ تکلیف اُٹھاتے رہیے

عزّت و غیرتِ ایماں سے بڑا کچھ بھی نہیں
جا بجا نغمۂ توحید سناتے رہیے

دولت و جاہ تو ایمان کا مقصود نہیں
وقت آجائے تو سر دین پہ کٹاتے رہیے

آج کے دور میں ایماں کا تقاضا یہ ہے
بچئے گمراہی سے، اوروں کو بچاتے رہیے

ہے ثمردار شجر، سرورِ عالم پہ درود
آخرت کے لئے یہ باغ لگاتے رہیے

تین سو تیرہ تھے جب ہم تو فتحیاب تھے کیوں
اسی جوہر کی طرف دھیان لگاتے رہیے

صرف ایک گھر نہیں مسجد ہے شعارِ اسلام
اس کی حرمت کے لئے جان لڑاتے رہیے

نجف و دہلی و اجمیر، بریلی، بغداد
آئینہ خانۂ محبوب ہیں، جاتے رہیے

حبِّ حق، بغضِ عدوّ بدر رہے دیں کا معیار
اپنے اخلاف کو یہ درس سکھاتے رہیے